حبیب ریتھ پوری (امراؤتی)

پروین شاکر کی شاعری میں حسرتیں

پروین شاکر! نسوانی احساسات اور جذبات کو انتہائی شدت اور پوری بے باکی سے مکمل گہرائی اور گیرائی کے ساتھ اپنی شاعری کے ذریعہ منکشف کرنے والی اپنے منفرد لب ولہجہ سے اپنی شناخت بنانے والی خواتین شاعرات میں سب سے الگ نام مردوں کی اجارہ داری میں دبی کچلی، محکوم و مجبور بے بس، ذہنی، جسمانی، نفسیاتی معاشی، معاشرتی پابندیوں کی حدود میں محسور نسوانیت کو نیا انداز فکر دے کر بندشوں سے آزاد کرانے کے لیے کوشاں، حقوق نسواں کی علمبردار، آزادی نسواں کے لیے طبل جنگ، انقلاب کا آغاز مردوں کے طلسم ہوش ربا کو توڑ کر حقیقت کی کھردری زمین سے آشنا کروانے والی آواز۔ چاہنے اور چاہے جانے کے جذبہ سے سرشار لیکن خودغرضی مکروفریب، جفا اور بے وفائی سے بیزار۔

ان کی شاعری میں پھولوں کی نزاکت، تتلیوں کی رنگینیاں، دھنک اور شفق کے رنگ، موسموں کے مزاج، بارش کی ٹھنڈی پھوار، سردی کے موسم کی برفیلی ہوائیں، گرمی کو جھلسانے والی لو، ندی کی کل کل، جھرنوں کا شور، آبشاروں کی روانی، آندھی اور طوفان کی شدت، ہونٹوں کی نمی، بانہوں کا کساؤ، تن اور من کا ہر جذبہ پوری شدت سے بیان کرنے نئی نئی اصطلاحوں کی خالق "ماہ نیم ماہ" جیسے الفاظ کو برتنے کا سلیقہ، پروین شاکر کا اپنا منفرد مزاج ہے۔

شبستانوں کے حریری پردوں کی سرسراہٹ، خواب گاہوں کے شکن آلودہ بستر، لباسِ شب خوابی کی سلوٹیں، مدھم روشنیوں میں نہاتے اور آبی چادر اوڑھتے ہوئے بدن، فطری جذبوں اور جسم کے تقاضوں کو دبا کر رکھنے یا مہر بہ لب رہنے کی بجائے پورے طور پر کھل کر بیان کرنے کی جرائت۔ یہی حق گوئی وصداقت ان کے کلام کا انفرادی پہلو ہے، کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ! کتنے ہی نسوانی احساسات اور نسائی جذبات دائرۂ بیان میں آنے سے رہ جاتے۔۔۔ اگر پروین کو شاعری کی یہ نعمت اور فن ودیعت نہ ہوتا۔ زندگی کے انتہائی نازک لمحوں کو احساس، جذبات کی ڈھال کر نہایت باوقار انداز سے برجستگی جیسا خنگی اور چابکدستی سے

بلا جھجک واضح کر دینا بھی غیر معمولی فن ہے۔ جو ان کے کلام میں جا بجا دیکھنے کو ملتا ہے اور کمال یہ ہے کہ قاری اس بات کو محسوس بھی کر سکتا ہے اور ہر کسی کو لگتا ہے۔۔۔۔ ارے یہ تو میری ہی آپ بیتی ہے۔ یہ سب تو مجھ پر بھی گزر چکا ہے۔ اس تجربے سے تو میں بھی دو چار ہوا ہوں۔

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔ بدن میں بہتا ہوا لاوا اور نس نس میں اترتی سیرابی جیسی کیفیات کو بھی شاعرہ نے اس انداز سے بیان کیا ہے گویا۔۔۔ بلوریں فانوس میں جلتی ہوئی شمع کی روشنی پھوٹ رہی ہو باوجود اس کے ان کی شاعری میں ناکام آرزوؤں، نامراد خواہشوں کا المیہ، کچھ کھو جانے کا دکھ، بچھڑ جانے کا غم اور انھیں جذبوں نے ان کی شاعری میں حسرتیں جمع کر دی ہیں اور کبھی کبھی وہ رجائیت کا شکار نظر آتی ہیں۔ ان کی شاعری کا ایک پہلو یہی حسرتیں ہیں جو مختلف مقامات پر مختلف انداز سے جھلکتا ہے۔ یہ حسرتیں ان کی زندگی کا حصہ کیوں بن گئیں یہ الگ موضوع ہے گو کسی سے بچھڑ کر الگ ہو کر بھی وہ شخص بھی ان کے تحت الشعور میں بسا ہوا ہے۔ ان کے حواس پر چھایا ہوا ہے جو حسرتوں کا باعث ہے۔

یوں تو کسی نے کہا ہے کہ شاعر بننے کے لیے سینے میں ایک عدد ٹوٹا ہوا دل ہونا ضروری ہیں اور یہی ٹوٹا ہوا دل ناکام آرزوئیں، تشنہ تمنائیں ان کی حسرتوں کا باعث ہے عام لڑکیوں کی کچی فطرت اور کچی عمر کو تو یوں بیان کرتی ہیں۔

لڑکیوں کے دکھ عجب ہوتے ہیں سکھ اس سے عجب
ہنس رہی ہیں اور کاجل بھیگتا ہے ساتھ ساتھ

مگر وہ خود ان لڑکیوں میں شامل نظر نہیں آتیں بلکہ وہ اپنی ایک نظم میں اس کا اظہار کچھ اس طرح کرتی ہیں۔

کچے ذہن اور کچی عمر کی لڑکیاں
اپنی خوبی میں
مائع جیسی ہوتی ہیں
جس برتن میں ڈالی جائیں
اس شکل میں کیسے مزے سے ڈھل جاتی ہیں
کیسا چھلکنا، کیسا ابلنا اور کہاں کا اڑنا

عام لڑکیوں سے متعلق یہ رائے رکھنے والی شاعرہ اس نظم کے بقیہ آدھے حصے میں خود سے متعلق کہتی ہیں۔

ادراک میں ہوں۔۔۔پتھر اور شوریدہ مزاج
کاسہ خالی ہیں، بے وجہ سما جانے کی بجائے
اس سے اس قوت سے ٹکرانا چاہوں کہ!
ظرف تہی کی گونج سے اس کا بھرم کھل جائے

دراصل یہی پارہ صفت فطرت تھی جس نے شاعرہ کو چین سے رہنے نہیں دیا اور رشتوں کے درمیان ایک درار آ گئی اور یہ درار ایک دن گہری کھائی بن کر فاصلوں کو اور بڑھا گئی۔اس کے باوجود دونوں فریق اپنے آپ کو بے قصور مان کر دوسروں کے سر الزام دھرتے گئے۔

کوئی سوال جو پوچھے تو کیا کہوں اس سے
بچھڑنے والے سبب تو بتا جدائی کا

اپنے بے قصور ہونے کا نشہ جب ہرن ہوا تو۔۔۔۔

کچھ تو تھی خطا میری ورنہ وہ کیوں
اس طرح ترک رفاقت کرتا

اور اس کے ازالہ کے لیے وہ خود ہی علاج تجویز کرتی ہیں۔

میرے لہجے میں غرور آیا تھا
اس کو حق تھا کہ شکایت کرتا

یا اقبالیہ بیان بھی ملاحظہ ہو،

ترک تعلقات کا کوئی سبب تو تھا
سننے کا میرے دل کو مگر حوصلہ کہاں

بچھڑنے کے اس المیہ کو وہ مصلحت کی چادر میں لپیٹ کر یوں کہتی ہیں۔

تجھے بھی ذوق نئے تجربات کا ہوگا
ہمیں بھی شوق تھا کچھ بخت آزمائی کا

پھر دل کو تسلی دینے کی خاطر:

بچھڑ کے وہ مجھے لوٹا گیا ہے میرا وجود

وہ سانحہ مرے حق میں تو نیک، فال ہی تھا

ہر کوئی حساس دل شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ! بچھڑنے کے بعد کا دکھ، کرب، کسک، بے چینی کسی پل چین نہیں لینے دیتی مگر فوری طور پر اس کا کوئی مداوا ہوتا بھی نہیں۔ اس لیے سوائے اس کے کہ دل کو تسلی دینے کے لیے اس طرح کے بہانے تراش لیے جائیں ورنہ وہ جس پر گزرتی ہے وہی محسوس کرتا ہے۔ وہی جانتا ہے۔ کچھ غم بھلانے کے لیے الزام تراشی ہی سب سے اچھا طریقہ اور بہانہ ہے۔

جب تک وہ بے نشان رہا دسترس میں تھا
خوش نام ہو گیا تو ہمارا نہیں رہا
اب اور کے ساتھ ہے تو کیا دکھ
پہلے بھی ہمارا کب تھا
آساں سہی بچھڑ کے رہنا
پر اس کا دل کہاں سے لائیں

یہ اکثر ہوتا ہے کہ! چند دنوں کی رفاقت کے بعد اگر درمیان میں کسی وجہ سے کیوں نہ کہی دوریاں پیدا ہو جائیں۔ تعلقات منقطع ہو جائیں تو باوجود الزام تراشی کے خود کو حق بجانب سمجھ کر، سارا قصور دوسرے کے سر ڈال کر۔۔۔۔ کوئی رشتہ، کوئی تعلق باقی رہتے ہوئے بھی دونوں فریق ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں۔ کبھی کبھی تو یہ اتفاقاً بھی ہوتا ہے۔ دوسرے کی بری حالت سن کر کبھی تو خوشی ہوتی ہے اور کبھی دکھ مگر دونوں ہی ایک دوسرے سے باخبر رہنا چاہتے ہیں۔ تعلقات ٹوٹنے کے بعد بھی ایک بے نام جذباتی رشتہ باقی رہتا ہے۔

اسی کوچے میں کئی اس کے شناسا بھی تو ہیں
وہ کسی اور سے ملنے کے بہانے آئے

کسی اور سے ملنے کے لیے اس کوچے میں آنے کی خواہش دراصل اس حالت سے باخبر رہنے کا بہانہ ہے۔ اگر تعلقات پوری طرح ختم نہیں ہوئے ہیں۔ انا کا غرور ٹوٹ چکا ہے۔ جدائی نے مجبور کر دیا ہے اور حالات کو سدھارنے کے لیے اپنی خودداری کو برقرار رکھتے ہوئے یہ کہنا

اس سے اک بار تو روٹھوں میں اُسی کی مانند

اور میری طرح سے وہ مجھ کو منانے آئے

یہ بھی حسرت کے اظہار کا ایک وسیلہ ہے

برسوں کی رفاقت کے بعد بچھڑنے کا یہ المیہ! برسوں کی رفاقت ایک دوسرے کے لیے عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ پریم چند نے واردات میں لکھا تھا "اگر کسی مشین کا کوئی پرزہ خراب ہو جائے تو مشین اس خراب پرزے کے ساتھ چلتی رہتی ہے لیکن اس کی جگہ نیا پرزہ لگا دیا جائے تو مشین کی پہلی حرکت میں فرق آ جاتا ہے بالکل یہ حال۔۔۔۔

انگلیوں کو تراش دوں پھر بھی

عادتاً اس کا نام لکھیں گی

بچھڑنے الیہ کے ساتھ ہی کچھ باتیں، کچھ واقعات خود بخود وجود میں آ جاتے ہیں اور کبھی برسوں کی عادت چھوٹ جاتی ہے۔

ہاتھ میرے بھول بیٹھے دستکیں دینے کا فن

بند مجھ پر جب سے اس کے گھر کا دروازہ ہوا

عادتاً اس کا نام لکھنا اور دستکیں دینے کا فن بھول جانا شاعرہ نے دو متضاد فطری کیفیت سے دوچار شخص کی عکاسی کی ہے بے وفائی حقیقت میں ہو یا الزام تراشی میں یہ یک طرفہ عمل ہے جو کبھی کبھی تو قابلِ برداشت ہوتا ہے یا بحالت مجبوری برداشت کرنا ہی پڑتا ہے اور باوجود بے وفائی کے یہ کہہ کر دل کو سمجھانا پڑتا ہے۔

وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا بات اچھی ہے یہی اک مرے ہرجائی کی برسوں کی رفاقت پھر جدائی پھر اچانک سامنا ہوتے ہی بیتے دنوں کے سارے زخم ہرے ہو جاتے ہیں اور یہ لمحات بھی انتہائی کربناک ہوتے ہیں۔

اجنبی بن کے جو گزرا ہے ابھی

تھا کسی وقت وہ اپنا لوگو

میں جس کے عشق میں گھر بار چھوڑ بیٹھی تھی

یہی وہ شخص ہے مجھ کو یقیں نہیں آتا

کمال شخص تھا جس نے مجھے تباہ کیا

خلاف اس کے یہ دل ہو سکا نہیں اَب بھی

ایک دوسرے کی رفاقت میں رہ کر ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھ لینے کا دعویٰ تو سبھی کرتے ہیں لیکن اس دعویٰ میں کتنی سچائی ہے۔۔۔۔ یا دعویٰ سرے سے جھوٹا ہے اس کا کوئی پیمانہ نہیں ہے لیکن ایک بات ضرور ہے کہ اگر دعویٰ سچا ہے۔ مزاجوں کو سمجھ لینے کا فن آ گیا ہوتا تو پھر یہ بچھڑنے کی نوبت ہی کہاں آتی۔ اسی لیے۔

اتنا سمجھ چکی تھی میں اسکے مزاج کو
وہ جا رہا تھا اور میں حیران بھی نہ تھی

اس لیے دعویٰ کی سچائی مشکوک ہو رہی ہے کسی شاعر نے دنیا کے تعلق سے یہ جو کہا ہے۔

دنیا جسے کہتے ہیں جادو کا کھلونا
مل جائے تو مٹی ہے کھو جائے تو سونا ہے

اور مل کر کھو جانے کا جو دکھ ہے۔۔۔۔ وہ نہ ملنے سے زیادہ ہے بے اولاد جوڑے اولاد نہ ہونے کا دکھ جھیلتے ہیں لیکن جن کی اولاد مر جاتی ہے۔ ان کے لیے ان کے دکھ بے اولاد جوڑوں سے کئی گنا شدید ہوتے ہیں۔ شاعرہ نے ایک شخص سے ملنے کے بعد زندگی سے دور چلے جانے کے دکھ بول بیان کئے ہیں۔

ہر چیز فاصلے پر نظر آتی ہے مجھے
ایک شخص زندگی میں ہوا مجھ سے دور کیا

اور یہ دکھ کوئی ایک دن کا نہیں ہے یہ آگ دونوں طرف برابر لگی ہوتی ہے۔ کوئی چپکے چپکے سلگ سلگ کر بھسم ہو جاتا ہے راکھ بن جاتا ہے۔ کوئی اس کا اظہار کر دیتا ہے۔

یاد تو ہوں گی وہ باتیں تجھے اب بھی لیکن
شیلف میں رکھی ہوئی بند کتابوں کی طرح

ان یادوں کے لیے کوئی مدت متعین نہیں ہے یہ تو زندگی کی آخری سانس تک ساتھ ساتھ سایہ کی طرح چلتی ہے چنانچہ ایک جگہ شاعرہ کی زبانی۔

مرا دل دکھ سے بھر گیا تھا
مگر تہہ میں خوشی کی لہر بھی تھی
ہمیں بچھڑے اگرچہ

آج سولہ سال ہونے کو آئے
پرانے لوگ ابھی بھولے نہیں ہم کو (نشاط غم)

نی مجبوری اور حسرتوں کا یہ نرالا انداز بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے۔

اب کیا ہے جو تیرے پاس آؤں
کس مان پر تجھ کو آزماؤں

اب کون سے موسم سے کوئی آس لگائے
برسات میں بھی یاد نہ جب ان کو ہم آئے

بچھڑنے کا غم اور اب نہ مل سکنے کی کسک

تو مرے بنا نہ رہ سکا تو
کب تیرے بغیر جی سکی میں

اور انتہائی مجبوری میں یہ پکار اٹھنا

گر لمس نہیں تو لفظ ہی بھیج
میں تجھ سے جدا رہوں کہاں تک

ہنے اور چاہے جانے کی خواہش کبھی نہیں مرتی وہ تو انسان کی زندگی کی ساتھی ہے اور انسان جسے چاہتا ہے وہ
سے ہمیشہ خوش دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے اسے کوئی دکھ یا تکلیف نہ پہنچنے کی آرزو رکھتا ہے۔ اتنا ہی نہیں اپنے
نے کی خوشیاں بھی وہ اسی کے نام کر دینا چاہتا ہے۔

میں اپنے حصے کے سکھ جس کے نام کر ڈالوں
کوئی تو ہو جو مجھے اس طرح کا پیارا ہو

رتوں کی آخری منزل یہی تو ہے۔

وہ شہر میں ہے یہی بہت ہے
کس نے کہا میرے گھر ہی ٹھہرے

رت اور آرزو کا یہ حسین امتزاج بھی شاعرہ کی فنی خوبی ہے۔

کہیں رہے وہ مگر خیریت کے ساتھ رہے
اٹھائے ہاتھ تو یاد ایک ہی دعا آئی

س نے دل دکھایا درد دیا یا غم میں مبتلا کیا۔ اذیت اور کرب کی سولی پر چڑھایا اس کے لیے بھی دعا کرنا یہ
انہائی درجہ کی اعلیٰ ظرفی ہے اور حسرتوں کا نقطۂ عروج بھی۔ حسرتیں پروین شاکر کی شاعری کا ایک حصہ مختصر مگر
مع پہلو ہے جو قاری کو متاثر کرتا ہے۔ ان کی شاعری کی ہمہ گیریت تو تمام موضوعات پر محیط ہے جس پر بہت
یہ لکھا جا سکتا ہے۔ OOO

حیات جہدِ مسلسل کا نام ہے فرحت جمود سے بھی مقدر کہیں بدلتا ہے

بیادِ خلیل فرحت کارنجوی (مرحوم)

سہ ماہی اردو امراوتی

جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۳ ـ ۴ امراوتی، مہاراشٹر (ہند) جولائی تا دسمبر ۲۰۱۶ء

سرپرست

جناب منور پیر بھائی (پونہ) جناب عبدالکریم سالار (جلگاؤں)

مدیر

وسیم فرحت (علیگ)

Email:wkfarhat@gmail.com Cell.09370222321

نائب مدیر: ڈاکٹر کلیم ضیاء

مشیر

شمیم فرحت

شمارہ ہٰذا	۲۰۰ روپے
زرِ سالانہ	۲۰۰ روپے
لائبریری اور اداروں سے	۲۵۰ روپے
لائف ممبر شپ	۵۰۰۰ روپے
یورپی ممالک کیلئے	۲۲ امریکی ڈالر
برطانوی ممالک کیلئے	۱۶ پاؤنڈ
پاکستان کیلئے	۹۰۰ ہندوستانی روپے
خلیجی ممالک کیلئے	۹۰۰ ہندوستانی روپے

خط و کتابت کے لیے:

Waseem Farhat Karanjvi (Allg)
Post Box No.55, H. O,
AMRAVATI-444601(M.S)INDIA

صرف زرِ سالانہ اور رجسٹری ڈاک کے لیے:

The Editor,URDU,
"Adabistan", Near Wahed Khan
UrduD.Ed.College, Walgaon Road,
AMRAVATI-444601,Maharashtra (India)

پاکستانی خریداروں کا صرف زرِ سالانہ بھجوانے کے لیے:

بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان
II-B/18، کمرشل ایریا نزد سپر ایشیا بیکری، ناظم آباد، کراچی
موبائل: 0321-8291908

اگر آپ چیک یا ڈرافٹ بھیجنا چاہیں تو صرف SEHMAHEE URDU اس نام سے بھیجیں۔

سہ ماہی

اردو

امراؤتی

اس بھرے شہر میں کوئی ایسا نہیں
جو مجھ راہ چلتے کو پہچان لے
اور آواز دے 'او ابے او سر پھرے'
دونوں اک دوسرے سے لپٹ کر وہیں
گرد و پیش اور ماحول کو بھول کر
گالیاں دیں، ہنسیں، ہاتھاپائی کریں
پاس کے پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھ کر
گھنٹوں اک دوسرے کی سنیں اور کہیں
اور اس نیک روحوں کے بازار میں
میری یہ قیمتی بے بہا زندگی
ایک دن کے لیے اپنا رخ موڑ لے

اخترالایمان

مدیر

وسیم فرحت (علیگ)